کچھ علم حدیث کے بارے میں

تحریر و تحقیق

ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی

مقالہ نمبر (4)

کچھ علم حدیث کے بارے میں

حضورِ اکرم نورِ مجسم شفیع المذنبین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ ہی زمین پر تنہا وہ ہستی ہیں جن کی طرف تاقیامت ہدایت کیلیے رجوع کیا جاتا رہے گا حضور ﷺ کے توسط سے ہمیں اللہ تعالیٰ عزوجل کی آخری کتاب ملی اور آپ ہی کے اسوہ حسنہ سے یہ متعین ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو انسانوں سے کیسا طرزِ عمل مطلوب ہے یہ اُسوہ حسنہ اصطلاحی مفہوم میں سنت کہلاتا ہے جو قرآن مجید کے ساتھ دین کا دوسرا ماخذ ہے حضور ﷺ کی اس مرکزی حیثیت کا تقاضا ہے کہ آپ کو ہدایت کا سرچشمہ مان کر جملہ اُمور میں آپکی سنت سے رجوع کیا جائے آپ ﷺ سے اسی تعلق کی بناء پر حدیث کا وہ عظیم الشان علم وجود میں آیا جو مسلمانوں کا طرہ امتیاز ہے:

مسلمان اہل علم اس بات سے کبھی غافل نہیں رہے کہ کسی قول یا فعل کی حضور ﷺ کی طرف نسبت میں کیا نزاکتیں ہیں اس لئے انھوں نے اس بات کی ہر ممکن کوشش کی کہ اس انتساب کو ممکنہ حد تک ہر شک وشبہ سے بالا تر بنا دیا جائے ان کی انھیں کوششوں کا حاصل حدیث کے وہ علوم ہیں جن میں ایک طرف درایت کے پیمانے متعین کیے گئے تو دوسری طرف اسماء الرجال کا علم وجود میں آیا جس کے تحت ان تمام لوگوں کے احوال مرتب کیے گئے جو کسی طرح بھی روایت حدیث سے متعلق تھے علم، دیانت، حسب ونسب ہر زاویے سے ان خواتین وحضرات کے درجات کا تعین کیا گیا جن کی بنیاد پر روایت کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں حکم لگایا جاسکتا ہے روایت کو پرکھنے کا یہ عمل مسلمان محدثین کی غیر معمولی کاوشوں کے نتیجے میں ایک نہایت اعلیٰ وارفع علمی مقام تک پہنچا آج ہر علم کی طرح اس کی اپنی اصطلاحیں ہیں اور اپنی زبان، کوئی علم جب اس سطح پر پہنچ جاتا ہے تو فہم عام کے لیے وہ شرح و وضاحت کا محتاج ہوتا ہے یوں لغات اور تشریح

لٹریچر کی ضرورت پیش آتی ہے ہمارے دین کی بنیاد قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ پر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے دونوں بنیادوں کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے قرآن کریم کے بارے میں تو ارشاد باری تعالیٰ کی وضاحت موجود ہے:

[اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ] (سورۃ الحجر آیت نمبر ۹)

ترجمہ: ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں اسی طرح نطق رسول کو بھی وحی قرار دیا گیا قرآن کریم میں ہے:

[وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى] (سورۃ النجم آیت ۲، ۳)

ترجمہ: اور نہ وہ اپنی خواہش سے بات کہتے ہیں وہ تو وحی ہے جو اتاری جاتی ہے

امام احمد بن حسین علی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''سنت اللہ تعالیٰ کے فرمان کے قائم مقام ہے'' (مفتاح الجنۃ ص ۷۳)

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

[وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ]

ترجمہ: یہ ذکر ہم نے آپکی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں (سورۃ النحل ۴۴)

اس طرح سنت بھی قرآن کے ساتھ ساتھ محفوظ ہے کیونکہ سنت بھی اس ذکر میں سے ماخوذ ذکر ہے سنت کی حفاظت کا سب سے اہم ہتھیار سند ہے سند کے بغیر حدیث کی حفاظت ممکن نہیں ہے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''الاسناد عندی من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء''

ترجمہ: میرے نزدیک سند دین کا حصہ ہے اور اگر سند نہ ہوتی تو جو چاہتا کہہ ڈالتا

(مقدمہ صحیح مسلم شریف ص ۱۱)

امام عبداللہ الحاکم النیشا پوری مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”اگر اسناد نہ ہوتیں اور محدثین کرام ان کو طلب نہ کرتے اور کثرت سے یاد نہ رکھتے تو اسلام کی علامتیں مٹ جاتیں جھوٹی احادیث گھڑلی جاتیں، اسناد حدیث کو اُلٹ پُلٹ کر دیا جاتا اور اس طرح اہل بدعت غالب آجاتے کیونکہ اگر احادیث کو اسناد سے بے نیاز کر دیا جائے تو وہ بالکل بے بنیاد رہ جائیں گی“

(معرفتہ علوم الحدیث ص ٦)

رسول اللہ ﷺ کے فرامین و افعال کو اگر پوری صحت اور دقت نظر سے منتقل کرنا ہو تو لازم ہے کہ صحیح سند کو ملحوظ رکھا جائے اور صحت سند کے لیے ضروری ہے کہ وہ روایت ثقہ اور عادل راویوں سے منتقل ہوتی ہوئی ہم تک پہنچے اس لیے راقم اس مضمون کے اندر علم حدیث کے بارے میں بنیادی باتوں کو قارئین (خاص وعام) کو روشناس کرانے کی کوشش کرے گا:

حدیث کے دو حصے ہوتے ہیں:

(١) سند حدیث یا روایت حدیث (٢) متن حدیث

١) سند حدیث:۔ حدیث بیان کرنے والے راویان اس حصہ کو سند حدیث کہتے ہیں

٢) متن حدیث:۔ جہاں پر راویان حدیث کا اختتام ہوتا ہے اور [قال قال رسول اللہ ﷺ] کا آغاز ہوتا ہے یہ حصہ متن حدیث کہلاتا ہے۔ کبھی ایک راوی حدیث بیان کرتا ہے تو یہ خبر واحد یا احاد کہلاتی ہے محدثین کی اصطلاح میں متواتر سے مراد وہ حدیث ہے جسے اتنی کثیر تعداد نے روایت کیا ہو جس کا جھوٹ پر متفق ہونا ممکن نہ ہو یعنی متواتر میں تعداد کی کثرت اور ان کا عادۃً جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو:

علم حدیث سے واقفیت نہایت ضروری ہے اس لیے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ”عجالہ نافعہ،، میں فرماتے ہیں:

”چونکہ (حدیث) ایک قسم کی خبر ہے اور خبر سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال رکھتی ہے اس

لیے اس علم کو حاصل کرنے کے لیے دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے پہلی بات یہ کہ حدیث کے راویوں کے حالات کی چھان بین اور ان سے واقفیت حاصل کرنا اور دوسری (ضروری) بات یہ ہے کہ حدیث کا مطلب سمجھنے کے لیے نہایت احتیاط سے کام لینا کیونکہ اگر پہلی بات میں کوتاہی رہ گئی تو سچے اور جھوٹے میں تمیز نہ رہے گی اور اگر دوسری بات میں احتیاط نہ کی گئی اور اس میں ذرا سی بھی کوتاہی ہوگئی تو مراد غیر مراد سے خلط ملط ہو جائے گی اور ان دونوں صورتوں میں اس بلند پایہ علم سے جس فائدہ کی توقع تھی وہ حاصل نہ ہو سکے گا بلکہ فائدہ کی بجائے الٹا نقصان ہوگا خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا" (حاشیہ شرح نخبۃ الفکر ص ۲۷)

سند کی تعریف: متن حدیث کے طریق کا بیان سند کہلاتا ہے طریق کا معنی ہے "راستہ" یعنی جو کہ مطلوب تک پہنچا دے اب ناموں کا وہ سلسلہ جو کہ متن تک پہنچا دے وہ حدیث کا طریق ہوا، اسے اسناد کہتے ہیں یعنی الفاظ حدیث سے پہلے ناموں کا سلسلہ اسناد کہلاتا ہے:

متن کی تعریف: جس (مضمون) پر اسناد کلام ختم ہو جائیں اسے متن کہتے ہیں

(شرح نخبۃ الفکر ص ۲۷)

یعنی جہاں اسناد ختم ہو جائے اسے متن کہا جاتا ہے:

مثلاً: **حدثنا ابو الیمان قال اخبرہ شعیب قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ یہ اسناد ہے اور ان رسول اللہ ﷺ قالو الذی نفسی بیدہ الخ** متن ہے

حدیث کی تعریف:

حدیث کے لغوی معانی جدید کے ہیں جسے قدیم کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے اس کے علاوہ گفتگو، بیان، واقعہ اور قصہ بھی مراد لیا جاتا ہے:

قرآن مجید میں حدیث کا لفظ بمعنی گفتگو، بیان، بات، واقعہ کے معنی کے ساتھ سورۃ الکھف، ۶، سورۃ

التحریم، ۳، سورۃ طٰہٰ، ۹، سورۃ البروج، ۱۷، اور سورۃ المرسلات، ۵۰ میں استعمال ہوا ہے
حدیث کے اصطلاحی معنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول، فعل یا تقریر کے ہیں صحابہ کرام و تابعین کے قول فعل اور تقریر کو بھی حدیث کہتے ہیں جمہور علماء کے نزدیک اس کو خبر و اثر بھی کہتے ہیں:
قولی حدیث: ایسی حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ذکر کیا گیا ہو:
فعلی حدیث: ایسی حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل ذکر کیا گیا ہو:
تقریری حدیث: ایسی حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سامنے ہونے والے کسی امر کے حوالے سے کچھ فرمایا ہو:
اسی طرح صحابہ و تابعین کے حوالے سے بھی یہ ہی بات ہے یعنی انکے قول و فعل و تقریر کو حدیث یا خبر یا اثر کہا جائے گا:
طرق کے لحاظ سے حدیث کی دو قسمیں ہیں:
(۱) متواتر (۲) آحاد (خبر واحد)
۱) متواتر:۔ وہ حدیث جس کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال سمجھے:
۲) آحاد (خبر واحد):۔ وہ حدیث یا احادیث جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں:
اقسام تواتر: (۱) تواتر اسناد (۲) تواتر طبقہ (۳) تواتر عمل
(۴) تواتر مشترک (تواتر معنوی)
۱) تواتر اسناد:۔ یہ ہے کہ شروع سند سے آخر سند تک حدیث کو ایسی جماعت روایت کرے جس کا اجتماع جھوٹ پر محال ہو جیسے حدیث **من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده من النار** علامہ ابن الصلاح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کو ۶۲ صحابہ کرام نے روایت کیا ہے علامہ نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے کہ قریباً دو سو صحابہ نے روایت کیا ہے یونہی ختم نبوت کی

احادیث ہیں جو کہ ڈیڑھ سو سے زائد ہیں تیس کے قریب صحاح ستہ میں ہیں:

۲) **تواتر طبقہ:** جیسے تواتر قرآن ہے کیونکہ قرآن مجید شرقاً، غرباً، درساً، تلاوۃً، حفظاً وقرأۃً متواتر ہے

۳) **تواتر عمل:** یہ ہے کہ حضور ﷺ سے لیکر آج تک ہر زمانہ میں اتنی بڑی جماعت نے اس پر عمل کیا ہو کہ عادۃً اتنے لوگوں کا اتفاق جھوٹ یا غلط بات پر محال ہو جیسے وضو کے اندر مسواک کرنا سنت ہے اور اسکی سنیت کا اعتقاد فرض ہے کیونکہ یہ تواتر عملی سے ثابت ہے:

۴) **تواتر مشترک (تواتر معنوی):** یہ کہ راویوں کے الفاظ اس میں مختلف ہوں یعنی راویوں کی ایک جماعت ایک واقعہ کو روایت کرتی ہو اور دوسری جماعت دوسرے واقعہ کو اور اگر یہ سب واقعات کسی قدر مشترک پر مشتمل ہوں تو اس کو تواتر مشترک یا تواتر معنوی کہتے ہیں مثال کے طور پر راویوں کی ایک جماعت روایت کرے کہ حاتم طائی نے سو دینار بخشے تھے اور دوسری جماعت یوں بیان کرے کہ سو اُونٹ بخشے تھے اور تیسری جماعت بتائے کہ بیس گھوڑے بخشے تھے تو اب یہ تمام روایات اس بات میں مشترک ہیں کہ حاتم طائی نے اپنے مال سے کوئی سی چیز بخشی تھی جو اس کی سخاوت کی دلیل ہے عقائد میں اسکی مثال سماع موتٰی کی ہے:

خبر واحد کی پہلی تقسیم:۔ خبر واحد اپنے منتہٰی کے اعتبار سے تین قسم پر ہے:

(۱) مرفوع (۲) موقوف (۳) مقطوع

۱) مرفوع:۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں حضور ﷺ کے قول، فعل یا تقریر کا ذکر ہو

۲) موقوف:۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں صحابی رضی اللہ عنہ کے قول، فعل یا تقریر کا ذکر ہو

۳) مقطوع:۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں تابعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول، فعل یا تقریر کا ذکر ہو

خبر واحد کی دوسری تقسیم:۔ خبر واحد راویوں کی تعداد کے اعتبار سے بھی تین قسم ہے

(۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب

۱)مشہور:۔محدثین کی اصطلاح میں مشہور سے مراد وہ حدیث یا روایت ہے جسے بیان کرنے والے تین یا زیادہ افراد ہوں اور یہ تعداد تمام طبقات میں اسی طرح قائم رہے لیکن متواتر کی حد کو نہ پہنچے مثال کے طور پر حدیث ''ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعاینتزعہ''مشہور ہے اہل علم کے ہاں مشہور ہونا اور عامۃ الناس کے ہاں مشہور ہونا اس قسم کی کتب درج ذیل ہیں:

۱)التذکرۃ فی الاحادیث المشتھرہ:از حافظ بدرالدین زرکشی

۲)الآلی المنشورۃ فی الاحادیث المشہورۃ:از حافظ ابن حجر عسقلانی

۳)المقاصد الحسنہ:از حافظ السخاوی

۴)کشف الخفاء:از عجلونی الجراحی

۵)النوافع العطرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ:از قاضی محمد بن احمد الصنعانی(معجم ص ۴۱۴)

۲)عزیز:۔وہ حدیث جس کے راوی سند کے تمام طبقات میں دو سے کم نہ ہوں لیکن اگر کسی طبقے میں اس سے زیادہ ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں تاہم ضروری یہ ہے کہ یہ تعداد کسی بھی طبقے میں دو سے کم نہ ہو خواہ وہ ایک ہی طبقہ ہو مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بروایت بخاری ومسلم ''**انّ رسول اللہ ﷺ قال لا یومن أحد کم حتّی أکون أحب الیہ من والدہ و ولدہ والنّاس اجمعین**''اسکی سند اس طرح ہے:

کہ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دو راوی قتادہ اور عبد العزیز روایت کرتے ہیں پھر قتادہ سے شعبہ اور سعید روایت کرتے ہیں جبکہ عبد العزیز سے دو راوی اسماعیل اور عبد الوارث پھر ان سب سے کئی افراد روایت کرتے ہیں۔

۳)غریب:۔وہ حدیث ہے جسے روایت کرنے والا صرف ایک شخص ہو یعنی وہ حدیث جسے روایت کرنے میں کوئی شخص اکیلا اور منفرد ہو اور یہ کیفیت اسکی سند کے تمام طبقات میں یا بعض میں ہو یا کسی ایک طبقے میں صرف ایک راوی رہ جائے اگر کہیں ایک سے زیادہ راوی بھی ہوں تو

کوئی حرج نہیں کیونکہ اعتبار کم سے کم تعداد کا ہوتا ہے اکثر علماء ''الغریب'' کو [الفرد] کا نام بھی دیتے ہیں پھر اسکی دو قسمیں ہیں :

(ا)الفرد مطلق (ب)الفرد النسبی

ا)الفرد المطلق :۔وہ حدیث جس میں غرابت (تفرد) سند کی ابتداء میں ہو یعنی آغاز سند میں ہی روایت کرنے والا کوئی اکیلا شخص ہو مثلاً حدیث ''انما الاعمال بالنیات''

(بخاری ومسلم) کی روایت میں صحابی رسول حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منفرد ہیں

ب)الفرد النسبی :۔وہ حدیث جسکی سند کے درمیان کے کسی طبقے میں کوئی راوی اکیلا رہ جائے یعنی ابتداء اور اصل سند میں روایت کرنے والے (صحابہ) تو بہت ہوں لیکن بعد کے کسی طبقے میں کوئی راوی اپنے مشائخ سے روایت کرنے میں اکیلا رہ جائے

خبر واحد کی تیسری تقسیم :۔خبر واحد اپنے راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسم ہے

ا) صحیح لذاتہ :۔وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل ،کامل الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو معلل وشاذ ہونے سے محفوظ ہو اسکو صحیح یا صحیح لذاتہ کہتے ہیں :

۲)حسن لذاتہ :۔وہ حدیث ہے جسکے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو باقی سب شرائط صحیح لذاتہ کے اس میں موجود ہوں :

۳)ضعیف :۔وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح وحسن کی شرائط نہ پائی جائیں

کسی بھی حدیث کے ضعیف قرار دینے کیلیے مختلف اسباب ہیں یہ اسباب مجموعی طور پر ان دو امور میں واقع ہوتے ہیں

(ا)راوی میں عیب (۲)سند میں سقوط

۴) صحیح لغیرہ :۔اُس حدیث حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے جسکی سندیں متعدد ہوں :

۵)حسن لغیرہ :۔اُس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جسکی سندیں متعدد ہوں :

۶)موضوع :۔وہ حدیث جسکے راوی پر حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کا طعن ہو یعنی کسی راوی میں یہ عیب ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے اور من گھڑت باتیں آپ ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کی روایت موضوع ہے۔

۷)متروک :۔وہ حدیث جس کا کوئی راوی ایسا ہو جس پر جھوٹے ہونے کی تہمت ہو تو اس کی روایت کو متروک کہتے ہیں:

۸)شاذ :۔وہ حدیث جس کا راوی ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعت کثیرہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں:

۹)محفوظ :۔وہ حدیث جو شاذ کے مقابل ہو:

۱۰)منکر :۔وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثِقات کے مخالف روایت کرے:

۱۱)معروف :۔وہ حدیث جو منکر کے مقابل ہو:

۱۲)مُعَلّل :۔وہ حدیث جس میں کوئی ایسی علت خفیہ ہو جو صحت حدیث میں نقصان دیتی ہو اسکو معلوم کرنا ہر شخص کا کام نہیں

۱۳)مُضْطَرِب :۔وہ حدیث جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے:

۱۴)مقلوب :۔وہ حدیث جس میں بھول سے متن یا سند کے اندر تقدیم یا تاخیر واقع ہو گئی ہو یعنی لفظ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کیا گیا ہو یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو

۱۵)مَصَحَّف :۔وہ حدیث جس میں باوجود صورت خطی باقی رہنے کے لفظوں، حرکتوں وسکونوں کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے:

۱۶)مُدْرَج :۔وہ حدیث جس میں کسی جگہ راوی اپنا کلام درج کر دے

خبر واحد کی چوتھی تقسیم:۔خبر واحد سقوط وعدم سقوط راوی کے اعتبار سے سات قسم ہے

۱)مُتَّصِل:۔وہ حدیث کہ اس کی سند میں راوی پورے مذکور ہوں

۲)مُسْنَد:۔وہ حدیث کہ اس کی سند رسول اللہ ﷺ تک متصل ہو

۳)منقطع:۔وہ حدیث کہ اسکی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے راوی گرا ہوا ہو

۴)مُعلَّق:۔وہ حدیث جس کی سند کے شروع سے ایک راوی یا کثیر راوی گرے ہوئے ہوں

۵)مُعْضَل:۔وہ حدیث جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یا ایک سے زائد راوی پے درپے گرے ہوئے ہوں

۶)مُرسَل:۔وہ حدیث جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو

۷)مُدَلَّس:۔وہ حدیث جسکے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ الشیخ کا نام چھپالیتا ہو

❁ ضعیف حدیث کا بیان ❁

لغوی تعریف: لغت کے اعتبار سے ضعیف قوی کی ضد ہے ضعف حسی بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی یہاں ضعف سے مراد معنوی ضعف ہے

اصطلاحی تعریف: ہر وہ حدیث جس میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی مذکورہ صفات جمع نہ ہوں وہ حدیث ضعیف ہے (مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۲۰،النوع الثالث معرفۃ الضعیفۃ من الحدیث)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کل حدیث لم تجتمع فیه صفات القبول''

ہر وہ حدیث جس میں صفات قبول جمع نہ ہو (وہ حدیث ضعیف ہے)

❁ ضعیف حدیث کی اقسام ❁

ضعیف حدیث کی چار اقسام ہیں:

۱۔پہلی قسم یہ ہے کہ اس کا ضعف اتنا کم ہے کہ اعتبار کے قابل ہے مثلاً یہ ضعف اختلاط راوی سوئے

حفظ، تدلیس کی وجہ سے ہے تو یہ حدیث ضعیف متابعات اور شواہد کے کام آتی ہے تلافی ضعف کے سبب پائے جانے سے قوت پا کر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہوجاتی ہے

۲۔ وہ ضعیف حدیث ہے جو راوی کے فسق وغیرہ کی وجہ سے متروک ہو بشرطیکہ اب تک سر حد کذب میں داخل نہ ہو ایسی حدیث احکام میں لائق حجت نہیں البتہ مذہب راجح پر فضائل میں مقبول ہے

۳۔ وہ حدیث جس کا راوی کذاب وضاع یا جھوٹ سے متہم ہو یہ حدیث ضعیف کی بدترین قسم ہے بلکہ بعض محاورات کی بنا پر مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اگر ان کا مدار کذاب پر ہو تو اس کو بھی موضوع کہتے ہیں بنظر دقیق ان اصطلاحات پر یہ قسم موضوع حکمی میں داخل ہوگی

۴۔ یہ قسم بالاجماع ناقابل اعتبار ہے یہاں تک کہ فضائل میں بھی اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس کو حدیث بھی مجازاً کہتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہ حدیث ہی نہیں

قارئین کرام کو اس بات کا خیال رہے کہ ضعیف کی پہلی دو قسموں کا حکم اور ہے اور آخری دو قسموں کا حکم اور ہے یہاں پر ہی بدمذہب عوام کو دھوکہ دیتے ہیں اور ضعیف کا معنی موضوع کر دیتے ہیں اور جب اپنی باری آتی ہے تو پھر ان کو یہ تمام قوانین یاد آجاتے ہیں

حدیث ضعیف فضائل میں معتبر ہے

حدیث ضعیف فضائل اعمال اور مناقب کے باب میں پہلی دو قسم معتبر ہیں چنانچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال العلماء من المحدثين والفقهاء و غيرهم يجوز و يستحب العمل فی الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن موضوعا" (الاذکار المنتخبة من کلام سید الابرار للنووی صفحہ ۱۲)

ترجمہ: ائمہ محدثین وفقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو

اسی طرح علامہ ابن حجر الھیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل کے سلسلے میں حدیث ضعیف پر عمل کے لیے دلیل دیتے ہوئے کہا:

[قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل اعمال لانه ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقه من العمل به والا لم یترتب علی العمل به مفسدة تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق للغیر]

(الفتح المبین شرح اربعین)

ترجمہ: بے شک فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے اس لیے کہ یہ حقیقت میں صحیح ہے تو اس پر عمل کرنے سے اس کا حق ادا ہو، ورنہ اس پر عمل کرنے سے حلال اور حرام بنانے اور دوسرے کے حق کو ضائع کرنے کا خطرہ نہیں ہے

فتح القدیر میں ہے:

[الضعیف غیر الموضوع یعمل به فی فضائل اعمال]

ترجمہ: فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہیے کہ وہ موضوع نہ ہو

(فتح القدیر: ۱/ ۳۰۳ مطبوعہ سکھر)

اسی طرح مقدمہ امام ابو عمرو ابن الصلاح و مقدمہ جرجانیہ و شرح للمصنف و تقریب النواوی اور اسکی شرح تدریب الراوی میں ہے:

[محدثین وغیرھم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تسائل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اس پر عمل فضائل اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنھیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں امام احمد بن حنبل و امام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبداللہ بن مبارک وغیرھم ائمہ سے انکی تصریح منقول ہے وہ فرماتے ہیں جب ہم حلال و حرام میں حدیث روایت کریں تو سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی کرتے ہیں]

(تدریب الراوی:۱/ ۲۹۸مطبوعہ لاہور بحوالہ فتاوی رضویہ:۵/ ۴۸۱ مطبوعہ لاہور)

اس طرح مقاصد حسنہ صفحہ ۴۰۵،موضوعات کبیر ملا علی قاری ص ۶۳،قوت القلوب امام ابو طالب محمد بن علی المکی:۱/ ۳۳۶،مقدمہ ابن الصلاح ص ۴۹،کتاب الراوی محدث زکریا بن محمد شافعی،مرقات شرح مشکوٰۃ:۲/ ۸۳ میں ہے

(تفصیل کیلئے فتاوی رضویہ جلد ۵ میں رسالہ''منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین''مطالعہ فرمائیں)

{حدیث ضعیف کی تقویت کی وجوہ}

۱)کبھی حدیث ضعیف متعدد اسناد سے مروی ہو کر حسن لغیرہ اور کبھی صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے جیسا کہ امام عبدالوھاب شعرانی فرماتے ہیں:

''بے شک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طُرق سے حجت مانا ہے اور اُسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا''۔

(میزان الکبرٰی للشعرانی الفصل الثالث:۱/ ۶۸ مطبوعہ مصر)

اسی طرح مرقات شرح مشکوٰۃ:۳/ ۱۸،الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ ص ۳۴۶،فتح القدیر:۱/ ۲۶۶،المیزان الکبریٰ للشعرانی:۱/ ۶۸، ۷،الصواعق المحرقہ ص ۱۸۴،التعقبات علی الموضوعات ص ۵۷ میں ہے۔

۲)کسی حدیث ضعیف پر اہل علم کا عمل اس کو حسن بنا دیتا ہے یعنی علماء کاملین جس ضعیف حدیث پر عمل کرنا شروع کر دیں وہ ضعیف نہ رہے گی بلکہ حسن ہو جائے گی

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

''یعنی امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم'' (مرقات شرح مشکوٰۃ ۳/ ۹۸ مطبوعہ ملتان)

اسی طرح تعقبات ص ۱۳ میں ہے

۳) مجتہد جس حدیث ضعیف سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ''رد المحتار'' میں فرماتے ہیں:

''ان المجتهد اذا ستدل بحديث كان تصحيحا له كما في التحرير وغيره'' مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جس طرح تحریر میں امام ابن ھمام نے فرمایا:

۴) اسی طرح امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کبھی تجربہ اور کشف سے بھی ضعیف حدیث کو قوت مل جاتی ہے جیسا کہ مرقات: ۳/ ۲۲۲ و میزان الکبریٰ للشعرانی: ۱/ ۴۵ میں ہے:

{ضعیف ترین سندیں}

۱) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے: ''صدقة الدقيقي عن فرقد السبخي عن مرة الطيب عن ابي بكر الصديق رضي الله عنه''

۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے: ''عمرو بن شمر عن جابر الجعفي عن الحارث الاعوء عن علي رضي الله عنه''

۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے: ''السري بن اسماعيل عن داؤد بن يزيد الاَزدي عن ابيه عن ابي هريرة رضي الله عنه''

۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے: ''نسخة عند البصريين الحارث بن شبل عن ام النعمان عن عائشة رضي الله عنها''

۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے: ''شريك عن ابي فزاره

عن أبي زيد عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ''

۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے: ''داود بن المحبر بن قحذم عن ابیہ عن أبان بن أبي عياش عن أنس رضی اللہ عنہ ''۔

(تدریب الراوی شرح تقریب النواوی ص ۱۱۳، ۱۱۴)

موضوع روایت

لغوی تعریف: موضوع ''وَضعٌ'' سے ماخوذ ہے جسکے معنی گرانے اور پھینکنے کے ہیں موضوع روایت کو اس لیے موضوع کہتے ہیں کہ یہ اپنے رتبے سے گر جاتی ہے اور پستیوں میں چلی جاتی ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ''النکت'' میں لکھتے ہیں ''جہاں تک لغوی معنی کا تعلق ہے تو ابو الخطاب ابن وحیہ کا کہنا ہے کہ موضوع کے معنی غلط طور پر منسوب بات ہے کہا جاتا ہے فلاں شخص نے دوسرے سے وضع کیا جو اس نے نہیں کہی اسکے معنی پھینکنا اور گرانا بھی ہے لیکن دوسرے معنی زیادہ مناسب ہیں

اصطلاحی تعریف:

حافظ ابن الصلاح موضوع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''هو المختلق الموضوع'' وہ گھڑی ہوئی بنائی روایت ہے (مقدمہ ابن الصلاح ص ۵۷)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں ''الموضوع هو الحديث الذي فيه الطعن بكذب الراوي'' موضوع وہ حدیث ہے جس میں کذب راوی کی وجہ سے طعن ہو

(شرح نخبۃ الفکر للملا علی قاری ص ۷۳)

روایت کا موضوع ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہے؟

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''غرض ایسی وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی

ہے کہ اس روایت کا مضمون:

۱) قرآن عظیم

۲) یا سنت متواترہ

۳) یا اجماعِ قطعی قطعیات الدلالۃ

۴) یا عقل صریح

۵) یا حسن صحیح

۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے

۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پرنور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا عبث یا سفہ یا مدحِ باطل یا ذمِ حق پر مشتمل ہونا

۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حدِ تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تلید کا نہ رہے اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے

۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں

۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنھیں کلامِ معجز نظامِ نبوت سے مشابہت نہ رہے یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح کی ہیں

۱۱) یا یوں ظہورِ وضوع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و سخیف ہوں جنھیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو

۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہل بیت کرام سیدھم و علیہم السلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہو۔ جیسے حدیث "لحمک لحمی و دمک دمی" (تیرا گوشت میرا

گوشت تیرا خون میرا خون)

اقول: ۔انصافاًیوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ وعمر بن العاص رضی اللہ عنہم کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں

''کما نص علیہ الحافظ ابو یعلیٰ والحافظ الخلیلی فی الارشاد'' جیسا اس پر حافظ ابو یعلیٰ اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے یونہی نواصب نے مناقب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں حدیثیں گھڑیں'' کما ارشد الیہ الامام الذاب عن السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ'' جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا دفاع کرنے والے ہیں

۱۳)یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث دم معلمین اطفال

۱۴)یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے یہ صرف اجلۂ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم ہے

۱۵)یا راوی خود اقرار وضع کر دے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ بدعوی سماع روایت پھر اس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اس کا اس سے سننا معقول نہ ہو یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع وتلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں''ولو بسطنا المقال علیٰ کل صورۃ لطال الکلام وتقاضی المرام ولمسا ھنا لک بصدد ذلک ۔اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل ہو جائے گا اور مقصد دور ہو جائے گا لہذا ہم یہاں اسکے درپے نہیں ہوتے''

(فتاوی رضویہ: ۵ / ۴۶۰،۴۶۱،۴۶۲ مطبوعہ لاہور)

حدیث کے دو حصے ہوتے ہیں

(۱)سند حدیث (۲)متن حدیث

۱)سند حدیث سے متعلق ۱۲علوم کا بیان:

۱)معنعن: حدیث کو حدثنا،اخبرنا،سمعت کی جگہ ''عن'' سے شروع کرنا اس کی مثالیں کتب حدیث میں بکثرت موجود ہیں

۲)مؤنن: راوی بغیر حدثنا،اخبرنا سمعت کہے''ان فلانا قال'' کہہ کر حدیث کی سند کو بیان کرے

۳)مسلسل: رجال سند کا ایک صفت یا ایک حالت پر تسلسل کے ساتھ قائم رہنا یہ تسلسل کبھی راویوں کے لیے ہوتا ہے اور کبھی روایت کے لیے،ضروری نہیں کہ سارے راوی متفق ہوں بلکہ مسلسل کہلانے کے لیے اکثر کا اتفاق ضروری ہے جب درمیان یا آخر میں تسلسل ختم ہو جائے تو وضاحت کر دی جائے گی کہ یہ فلاں تک مسلسل ہے اس سلسلے کی چند خاص کتب یہ ہیں

۱)الجواہر المفصلات فی الاحادیث المسلسلات

۲)العذب السلسل فی الحدیث المسلسل (حافظ شمس الدین ذہبی)

۳)المسلسلات الکبریٰ (حافظ جلال الدین سیوطی)

سند عالی و نازل:

عالی: وہ سند جس کے راویوں کی تعداد بہ نسبت دوسری سند کے کم ہو اور سند میں اتصال ہو اگر راوی میں قبول کی تمام شرائط ہوں تو حدیث قابل حجت ہے

نازل: یہ نزل کا اسم فاعل ہے وہ حدیث جسکی سند کے راویوں کی تعداد دوسری سند سے کم ہو

عالی کی اقسام:

(۱)علو مطلق (۲)علو نسبی

علو نسبی کی چار قسمیں ہیں

پہلی قسم: ائمہ حدیث مثلاً امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ،امام مالک رحمۃ اللہ علیہ،امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ میں سے کسی ایک کی نسبت سے قرب ہونا خواہ اس کے بعد حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کئی واسطے ہوں

دوسری قسم: دوسری کسی سند کے مقابلے میں ایک بے داغ سند کے ساتھ صحاح ستہ یا دیگر معتبر کتب سے قرب ہونا اس کی بھی چار قسمیں ہیں:

(۱)موافقه (۲)بدل (۳)مساوات (۴)مصافحه

تیسری قسم: علو بتقدم وفاة الراوی، راوی کی وفات کے مقدم ہونے کی وجہ سے علو کا حاصل ہونا

چوتھی قسم: شیخ سے پہلے سماع کرنے کی وجہ سے علو کا حاصل ہونا

سند عالی کی اہمیت: محدثین نے علو اسناد کو قابل فخر سمجھا ہے کیونکہ روایت میں جس قدر واسطے کم ہونگے اسی قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرب زیادہ ہوگا نیز راویوں کی کمی کی وجہ سے حدیث کی سند کی چھان بین کم کرنی پڑتی ہے اسی طرح خطاونسیان کا احتمال کم ہوگا

علوم اسناد، یہ فن کا مستقل شعبہ بن گیا ہے اور سلف کی سنت بھی ہے خطیب بغدادی نے عبید اللہ بن عدوی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی کبیر) سے نقل کیا ہے کہ ”مجھے ایک حدیث کا پتہ چلا کہ اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں دل میں خدشہ ہوا کہ کہیں خدانخواستہ ان کا انتقال ہوگیا تو پھر براہ راست ان سے وہ حدیث نہ سن سکوں گا بس فوراً ہی سفر شروع کر دیا اور ان کی خدمت میں عراق پہنچ کر دم لیا (الرحلة فی طلب الحدیث ص ۸۵)

۵)روایت الاکابر عن الاصاغر (بڑوں کی چھوٹوں سے روایت):

تعریف: کسی شخص کا اپنے اس شیخ سے روایت کرنا جو اس سے عمر اور طبقے میں چھوٹا ہو یا علم اور حافظے میں کم ہو مثلاً رواہ مسلم رقم ۷۴۷ میں ایک حدیث کے راوی حضرت سائب بن یزید صحابی عبد الرحمن بن عبد القاری تابعی سے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔۔۔الخ:

اس سند میں حضرت سائب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور عبد الرحمن بن عبد القاری تابعی ہیں یعنی صحابی نے

تابعی سے روایت کیا سی طرح تابعی، تبع تابعی سے روایت کرے جیسے امام زھری اور یحیٰ بن سعید الانصاری کا امام مالک سے نقل کرنا مشہور کتب یہ ہیں:

۱)ماروواہ الکبار عن الصفار ولآ عن الانباء (حافظ اسحاق بن ابراہیم)

۲)روایۃ الاکابر عن الاصاغر (خطیب بغدادی)

۶)روایۃ الآباء عن الانباء (آباء کی بیٹوں سے روایت):

سند میں ایسا راوی ہو جو اپنے بیٹے سے روایت کر رہا ہو مثلاً حضرت عباس بن عبد المطلب اپنے بیٹے فضل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کیا تھا اسی طرح تابعین میں سے حضرت وائل نے اپنے بیٹے سے ۸ حدیثیں نقل کیں

۷)روایۃ الانباء عن الآباء (بیٹوں کی اپنے باپ سے روایت):

سند حدیث میں ایسے راوی کا ہونا جو اپنے باپ سے یا اپنے دادا، پردادا سے روایت کر رہا ہو اس کی مشہور کتابیں یہ ہیں

(۱)روایۃ الانباء عن ایائھم (ابونصر عبیداللہ بن سعید)

(۲)جزء من روی عن ابیہ عن جدہ (ابوبکر بن ابی خیثمہ)

۸)روایۃ الاقران والمدبج (ساتھیوں کی روایت):

اقرن کا مطلب ہے ساتھی، ہم مکتب، مدبج کا مطلب سجانا، وہ روایت جس کے راوی عمر اور اسناد میں قریب ہوں اور ایک ہی طبقہ کے شیوخ سے دونوں نے علم حاصل کیا ہو اور دونوں ایک دوسرے سے روایت کریں مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روایت کرنا اسکی مشہور کتب یہ ہیں

۱)روایۃ الاقران (ابوشیخ عبداللہ اصبھانی)

۲)المدبج (امام علی بن عمر بن احمد بن مھدی بغدادی)

۹)سابق ولاحق:

سابق کا مطلب پہلے آنے والا اور لاحق بعد میں آنے والا اسکی اصطلاحی تعریف ہے کہ ''ایک شیخ روایت کرنے والے، دو مشترک راوی جن دونوں کی وفات کے درمیان اتنی زیادہ مدت ہو جو عام طور پر نہیں ہوتی مثلاً امام بخاری اور رخفاف نیشاپوری، دونوں نے ابو العباس محمد بن اسحاق سراج وفات ۳۱۳ھ سے روایت سنی اور دونوں کی وفات کے درمیان میں ۱۳۷ سال کی مدت کا فاصلہ ہے اس لیے کہ امام بخاری کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی اور رخفاف کی وفات ۳۹۳ھ میں اس علم کے متعلق صرف ایک کتاب ہے:

۱) السابق وللاحق (خطیب بغدادی)

۱۰) جرح وتعدیل:

سند حدیث سے متعلق یہ ایک عظیم علم ہے جس کا اصل ہدف ''راوی'' ہے اور اس سے راویوں کی عدالت وثقاہت یا ضعف کے بارے میں معلومات ملتی ہیں جرح کے لغوی معنی ہیں زخمی کرنا توہین یا عیب لگانا بھی لغت میں اس کے معانی ہیں تعدیل کے لغوی معنی ہیں ''تزکیہ'' عدل سے تعدیل نکلا ہے

❁ جرح وتعدیل کی اصطلاحی تعریف ❁

جرح وتعدیل ایسا علم ہے جس مین راوی کے حالات، بھول چوک، امانت داری، عدالت، ثقاہت، ضبط، غفلت یا کذب وافتراء ہو تو ان کے متعلق بحث وتفصیل ہوتی ہے جرح وتعدیل کے لیے شرط ہے کہ راویوں پر جرح کرنے یا ان کی توثیق کرنے نہ کرنے سے قبل راوی کا نام ونسب ضرور معلوم ہو چال چلن معلوم ہو سمجھ بوجھ، حافظہ فہم وفراست، عالم یا جاہل ہونا کس قبیلہ کا ہے، کن شیخ سے علم حاصل کیا؟ پیدائش ووفات معلوم ہو

شرائط جرح وتعدیل:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' کے مقدمے میں جو شرائط درج کی ہیں ان کا

خلاصہ یہ ہے کہ: وہ عالم فن شناس ہو جو کہ راویوں کا تزکیہ کرتا ہے یا ان پر جرح کرتا ہے ماہر وہ ہے جو مسلسل ہمیشہ ان راویوں کی تلاش وجستجو میں جان کھپائے .بہت زیادہ مذاکرہ کرے شب بیداری کرے بیدار مغز ہو فہم و ادراک کا مالک ہو خدا خوفی اور دین داری کا مالک ہو انصاف پسند ہو علماء کی مجالس میں آمد و رفت رکھے غور و فکر کرے اثر و رسوخ کو اہمیت نہ دے عادل ہو جرح و تعدیل کے اسباب سے واقف ہو منصف ہو جذبہ خیر خواہی سے سرشار ہو تعصب سے دور ہو کیونکہ جرح و تعدیل میں تعصب والے کی بات قابل قبول نہیں ہوتی

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: ۲/ ۱۵۴)

11)اسماء الرجال:

عام معنی اس کا یہ ہے ''لوگوں کے نام کا فن''لغوی معنی ہیں ''حدیث کے راویوں کے مکمل حالات کا ریکارڈ''مولانا تقی الدین مظاہری اپنی کتاب ''فن اسماء الرجال''میں لکھتے ہیں: ''پوری علمی دنیا کا اس پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی حیات طیبہ بلکہ ہر اس چیز اور ہر اس شخص کے حالات کی جس کا ادنی سا تعلق بھی آپ ﷺ کی ذات مبارک سے تھا، جس طرح حفاظت کی وہ انسانی تاریخ کا عجوبہ ہے (فن اسماء الرجال ص ۱۴)

فن اسماء الرجال کا محرک:

قرآن کریم بغیر حدیث کے سمجھا نہیں جا سکتا اس بات پر اُمت کا اجماع ہے لہذا احادیث کا جمع کرنا، اسکی صحت کا اطمینان کرنا، اور پھر اسکی جمع و تدوین کرنا مرتب کر دینا لازمی ضرورت تھی ہر حدیث کو جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھ کر اطمینان کافی نہ سمجھا گیا بلکہ مزید حفاظت یہ سمجھی گئی کہ اُمت کو حدیث دینے والے یعنی ''راوی'' کو اور کیسے لوگ تھے یہ سب معلوم کیا جائے اس عظیم کام کا محرک وہ شدید احساس تھا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کی حفاظت میں کوئی کمی کوتاہی نہ رہ جائے اس شدید محبت بھرے احساس ذمہ داری نے محدثین کو ہر مشکل سے بے نیاز کر کے یہ دھن سوار کر دی یہی

وجہ ہے کہ محدثین نے بھوک، پیاس، سفر کی تکالیف، موسم کی شدت اور دنیا کے ہر کام سے بے نیاز ہو کر حدیث کو اکٹھا کرنے کا کام کیا اس کے پیچھے وہ والہانہ جذبہ کارفرما تھا وہ محبت اور ''امانت نبی'' کو اُمت تک پہنچانے کا جذبہ تھا فن اسماء الرجال جرح وتعدیل کی بنیادی ضرورت بلکہ اہم ترین ہتھیار ہے اس فن کی مشہور کتب یہ ہیں:

۱)کتاب الصحابہ از امام محمد بن حبان ابوحاتم بستی

۲)الاستیعاب از ابن عبدالبر مالکی

۳)الاصابۃ فی تمیز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی

۴)تاریخ بغداد از خطیب بغدادی

۵)تاریخ دمشق از ابن عساکر

۶)تہذیب الکمال فی اسماء الرجال از علامہ مزی دمشقی

۷)تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی

۸)تذکرۃ الحفاظ از علامہ ذہبی

۱۲)علم علل الحدیث

یہ حدیث کے نہایت مشکل علوم میں سے ایک ہے کیونکہ علت ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا پتہ عام نظر رکھنے والے کو تو کیا بعض اوقات ماہرین کو بھی نہیں ہوتا علل حدیث کے لیے نہایت وسیع علم، قوت حافظہ، فہم و فراست اور گہرے ادراک کی ضرورت ہوتی ہے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''علل حدیث، حدیث کے نہایت دقیق وعویص (مشکل) علوم میں ہے علت کی پہچان میں صرف وہی ماہر شخص ہوسکتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ عزوجل نے روشن دماغی، قوت حافظہ، راویوں کے مرتبوں کی پہچان اور اسنادوں یا متن حدیث کی مہارتوں سے نوازا ہو علم حدیث کی ''مہارت''

جب متقی ذہن اور گہرے ادراک کے مالک انسانوں کو نصیب ہوتی ہے تو وسیع علم اور مسلسل مشق انھیں نکھار کر تجربہ کار بنا دیتی ہے نیز قرآن و حدیث پر کام کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ہاتھ ہوتا ہے، جو دل ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور منافقین و دشمنان دین کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ ان دلوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے انکے دل و دماغ، زبان وقلم کو ہدایت دیتا ہے اور کمی وخرابی کو اپنی رحمت وشفقت سے دور فرماتا ہے لہذا علت حدیث کے حیرت بھرے سوال کا جواب یہی ہوسکتا تھا کہ عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا "آپ کسی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں اور کسی کو ضعیف ٹھہراتے ہیں اسکی کیا دلیل ہے؟ فرمایا: اگر تم کسی صراف کو اپنے درہم دکھاؤ اور وہ کہے کہ یہ کھرے ہیں اور وہ کھوٹے ہیں تو کیا تم اسکی بات تسلیم کرلو گے یا اس سے دلیل طلب کرو گے؟ سائل نے کہا میں اسکی بات کو تسلیم کرلونگا تو عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو حدیث کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے کہ اس میں طویل مبحث اور مناظرہ ومہارت کی ضرورت ہے" (تدریب الراوی ص ۱۷)

اسی لیے خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ "علم حدیث کے طالب کو صراف کی طرح کھوٹے اور کھرے میں تمیز کرنے والا ہونا چاہیے" (الجامع: ۹/ ۱۷۷)

اس علم کی مشہور کتب یہ ہیں:

(۱) کتاب العلل از امام علی بن مدینی

(۲) کتاب العلل از امام بخاری

(۳) کتاب العلل از امام مسلم بن الحجاج القشیری

(۴) کتاب العلل از امام عبدالرحمن بن حاتم الرازی

(۵) العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویہ از امام الدارقطنی

(۶) کتاب العلل الکبیر از امام ابوعیسیٰ ترمذی

متن حدیث سے متعلق سات اہم علوم:

۱)غریب الحدیث

وہ حدیث جس کے متن میں کوئی پیچیدہ لفظ ہو سمجھائے بغیر نہ آئے مثلاً کھڑے ہو کر اگر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو پہلو پہ پڑھو(صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۱۱۷)
اس حدیث میں علی جنب (پہلو پہ) پیچیدہ ہے جس کی تشریح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کردہ فہم وفراست سے یہ کی ''اپنے دائیں پہلو پر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر''
(سنن دارقطنی: ۲/ ۴۲)

یہ لفظ غریب اردو زبان کا غریب نہیں ہے عربی زبان میں غریب کا مطلب ہے ''دور'' غریب ایسے شخص کو بھی کہتے ہیں جو اپنوں سے دور اکیلا رہتا ہو یہاں پر غریب حدیث کا مطلب ہے کہ ایسی حدیث جس کا مطلب پوشیدہ ہو اور اُسے سمجھنے کی ضرورت ہو علوم حدیث میں یہ عظیم الشان علم ہے اس لیے کہ یہ حدیث کا معاملہ ہے اور حدیث پہنچانے والے اس میں گہرا غور وفکر، گہری بصیرت رکھتے ہیں کیونکہ یہ کلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء کا ہے عام آدمی کا نہیں لہٰذا جس قدر احتیاط اسکی سند میں ہوتی رہی اسی قدر احتیاط اسکے فہم میں بھی کی گئی اس موضوع ''غریب الحدیث'' کو سمجھانے کے لیے لکھی گئی بے شمار کتب میں سے چند خاص کتب یہ ہیں:

۱)غریب الحدیث از ابوموسیٰ اشعری محمد بن ابی بکر مدینی
۲)غریب الحدیث از ابوالفرج بن الجوزی
۳)النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر از ابن اثیر
۴)مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار از علامہ محمد پٹنی

۲)فقہ الحدیث:

اس کا مطلب ہے کہ حدیث سے واضح ہونے والے، حدیث سے سمجھنے اور لیے گئے

احکام وآداب کا جاننا یا حدیث سے مستنبط فوائد کا معلوم کرنا حدیث کے ان معانی کو جاننا و سمجھنا جن کو عمل میں لانے کا اُمت سے مطالبہ ہے یا ان پر عمل و اہتمام کرنا پسندیدہ کام ہے اس علم میں دخل و شغف ہر کسی کے لیے آسان نہیں یہ بڑا فنی کام ہے اس علم میں وہ لوگ دسترس پا سکتے ہیں جنھیں حدیثوں کے متن کی سمجھ وفہم کے ساتھ ساتھ علوم حدیث کی اچھی واقفیت ہو۔ دیگر دینی وعربی علوم بھی جانتے ہوں اس علم کے ائمہ مین ان حضرات کو شمار کر سکتے ہیں جیسے ائمہ اربعہ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام بخاری ومسلم وغیرہ (خلاصہ فی اصول الحدیث ص ۶۳)

اس موضوع ''فقہ الحدیث'' پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں حدیثوں کی تفسیر وشرح بتائی گئی ہے چند نام یہ ہیں:

۱) فتح الباری شرح صحیح بخاری، ابن حجر عسقلانی

۲) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، علامہ بدرالدین عینی

۳) شرح مسلم نووی، امام نووی

۴) الاستذکار، امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ

۵) التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید، ابن عبدالبر

۳) مختلف الحدیث:

اس علم میں تاویل کرنا سکھایا جاتا ہے ایسی مقبول احادیث جنکے معنی میں بظاہر عارض ہو لیکن اصل میں وہ متضاد نہیں ہوتیں بظاہر دیکھنے پڑھنے میں یکساں نہیں لگتیں اس علم کے تحت بغیر دشواری کے ایسی حدیثوں کو سمجھنا سمجھانا اور جمع کرنا آسان ہو جاتا ہے یہ وہ خاص علم ہے جس میں مہارت ضروری ہے ایسی چیزوں کی تلاش دشمنان اسلام کی مرغوب عادت ہے جس میں عوام کو الجھا کر گمراہ کر سکیں، محمد اسحاق بن خزیمہ بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس علم پہ اس قدر عبور تھا کہ فرماتے ہیں ''مجھے کسی ایسی دو احادیث کا علم نہیں جن میں باہم تعارض ہو علماء کا ان کا فہم، تعلیم پانا اور دینا

آسان ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ محنت کیے بغیر یہ بولنا شروع کر دیں ان کی مثال ایسی ہو گی جیسے ایک ان پڑھ یا پرائمری پاس کا ڈاکٹر پر باتیں بنانا اور اپنی دلیل کو حرف آخر سمجھنا اس علم کی چند کتب یہ ہیں:

ا) اختلاف الحدیث، محمد بن ادریس شافعی

(۲) تاویل مختلف الحدیث، ابن قتیبہ دینوری

(۳) کتاب ابن خزیمہ، محمد اسحاق بن خزیمہ

(۴) شرح مشکل الآثار، امام طحاوی

(۵) مشکل الحدیث، ابن فورک

۴) مشکل الحدیث:

اس علم کے تحت ان حدیثوں پہ کام ہے جو بظاہر قرآن کریم کی نص کے خلاف محسوس ہوتی ہوں یا کسی علمی حقیقت کے برعکس لگتی ہوں یا اللہ تعالیٰ کے حق میں تشبیہہ کا وہم پیدا کر رہی ہوں اس علم سے واقفیت و مہارت بہت ضروری ہے اس کے بغیر زندیقوں اور ملحدوں پر حاوی ہونا مشکل ہو جائے اور اہل بدعت اس شعبے کی حدیثوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں ان گروہوں نے ایسی احادیث کے نصوص کو سمجھے بغیر اس میں تحریف کر کے اپنے مطلب کی چیز بنائی اور دین اسلام پہ الزامات لگائے یہ حدیث نبوی ﷺ سے انتہائی محبت کا ثبوت ہے کہ علماء نے شروع ہی سے اس شعبے میں محنت کی ہے چند مشہور کتب یہ ہیں:

(۱) شرح مشکل الآثار، امام طحاوی

(۲) مشکل الحدیث، ابن فورک

(۳) اعلام الحدیث، امام احمد بن سلمان خطابی

(۴) المعلم بفوائد صحیح مسلم، امام محمد بن علی مازری

۵)ناسخ الحدیث:

متن حدیث کے اس علم میں ناسخ الحدیث سے بحث کی جاتی ہے اسکا اصطلاحی مفہوم ہے کہ ناسخ، منسوخ کو زائل کر کے اس کو دوسرے حکم کی طرف منتقل کر دیتا ہے اصطلاحی معنی یہ ہے کہ شارع اپنے کسی سابق حکم کو بعد کے حکم کے ذریعے ختم کردے (تدریب الراوی: ۲/ ۱۷۰)
ہروہ حدیث کو کسی پچھلے حکم شرعی کے ختم ہوتے یا ہٹالیے جانے کی دلیل ہو منسوخ ہروہ حدیث ہے جس کا حکم بعد میں آنے والی دلیل (شرعی دلیل) کے ذریعے اٹھا لیا گیا ہو اس علم کو سمجھنا بہت مشکل فن ہے جس نے علماء کو بھی تھکا دیا مگر انھوں نے نہایت محنت اور جانفشانی سے مہارت حاصل کی اس فن کی مشہور کتب میں سے چند یہ ہیں:
(۱)الناسخ والمنسوخ، امام احمد بن حنبل
(۲)الاعتبار فی الناسخ المنسوخ من الآثار، ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی
(۳)ناسخ الحدیث ومنسوخہ، ابوحفص عمر بن احمد بابن شاہین
(۴)تجرید الاحادیث المنسوخہ، ابن جوزی

۶)اسباب ورود حدیث:

متن حدیث میں یہ چھٹی قسم کا علم ہے جو خاص علم ہے اسباب سبب کی جمع ہے جس کا مطلب ذریعہ یا وسیلہ ہے کسی کام تک پہنچانے والا اصطلاحی مطلب یہ ہے کہ ''وہ کام جو حدیث میں منقول امور کے باعث و داعی ہوں خواہ بصورت واقعہ ہوں یا حادثہ کی شکل میں یا سوال کی شکل میں اس علم کی دو قسمیں ہیں:
پہلی قسم کی تحت اسباب حدیث میں موجود ہوتے ہیں دوسری قسم کے تحت اسباب کسی دوسرے موقع پر یا بعض طرق میں منقول ہوں یہ دوسری قسم اہم ہے، کہ ان کی تحقیق وتفتیش کی ضرورت ہوتی ہے اس علم کی مشہور مشہور کتب یہ ہیں:

(۱)اسباب ورود الحدیث، جلال الدین سیوطی

(۲)البیان والتعریف فی بیان لسبب ورود الحدیث الشریف، ابن حمزہ دمشقی ابراہیم بن محمد حنفی

(۳)علم اسباب ورود الحدیث، ڈاکٹر اسعد حلیمی اسعد

مصحف ومحرف: اسکی تعریف میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ: مصحف وہ ہے جس میں لفظوں میں تبدیلی کر کے ایک حرف یا چند حروف کو بگاڑ دیا گیا ہو مگر اس کی ظاہر صورت میں فرق نہ آیا ہو اور حروف یا حرف بدل جائے تو اسے محرف کہا جائے گا اس علم کی خاص کتب میں چند یہ ہیں:

۱)التصحیف والتعریف، ابو احمد الحسن بن عبد اللہ عسکری

۲)التصحف، علی بن عمر بن مہدی دار قطنی

۳)اصلاح خطاء المحدثین، سلمان احمد بن ابراہیم خطابی

خلاصہ: اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم جو ہماری ہدایت کے لیے نازل ہوا اسکو سمجھنے کے لیے حدیث کا علم ضروری ہے جیسا کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کتاب اللہ کی تشریح کے لیے سنت کی زیادہ ضرورت ہے (الموافقات للامام الشاطبی: ۲۶/ ۴)

لہذا احدیث کو سمجھنے کے لیے اور اسکی جانچ پڑتال کے لیے ان ۱۹ علوم کی اشد ضرورت ہے ان علوم کے حاصل کیے بغیر حدیث کا علم حاصل کرنا مشکل ہے لہذا ان علوم کے متعلق مختصر عرض کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم